Article

An Urdu Translation of Othello by Maulvi Inayat Ullah

"اوتھیلو" کا ایک اردو ترجمہ از مولوی عنایت اللہ

Sonia Saeed*[1], Dr Tayyba Nighat[2]
[1]M.Phil Urdu, Government College Women University Faisalabad
[2]Assistant Professor, Government College Women University Faisalabad

سونیا سعید[1]، ڈاکٹر طیبہ نگہت[2]
[1]ایم فل اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد، [2]اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:
Moulana Inayat Ullah Dehlvi is placed amongst those Urdu Translators who took up the field of Urdu translation in an Era where there was no regular and integrated tradition of the art of translation. In the present study of an investigation and article analysis of Moulana Inayat Ullah Dehliv, a prominent figure associated with Dar-ul-Tarjuma Hyderabad Deccan. His Work is "masterclass transposition." This means he didn't just change the words; he successfully shifted the entire cultural and emotional context of Shakespeare's plays into an Urdu setting while maintaining the original's soul. He utilized "Taksali" Urdu, which refers to the most authentic, standard, and refined version of the language spoken in Delhi. This choice of dialect gave his translations a sense of authority and classical beauty.
He used heavy and literary terms like "Mudaakhlat-e-Beja (Undue interference)" "Jura't-e- Rindana" (Bold audacity). capturing a specific type of fearless, almost reckless bravery.
He also uses Honorifics elements in his translation which represent the Honor, respect and politeness.

Keywords:
Imagery, Cast of Characters, Literary Style, Honorifics, Refined Dialect Urdu, Idiomatic Translation

ولیم شیکسپیئر انگریزی زبان کے عظیم ڈرامہ نگار اور شاعر تھے وہ1564 میںStartford-Upin-Avon انگلینڈ میں پیدا ہوئے انہیں انگریزی ادب کا نامور ادیب تسلیم کیا جاتا ہے شیکسپیئر نے تقریبا"37" ڈرامے "154"سو نٹیں اور متعدد نظمیں لکھیں ان کے مشہور ڈراموں میںHamlet, Macbeth, Othelloاور King learشامل ہے جبکہ مزاحیہ ڈراموں میںMidsummerاورNight's Dream نمایاں ہے ان کی تحریروں میں انسانی نفسیات محبت حسد اقتدار اور اخلاقی کشمکش کو گہرائی سے پیش کیا گیا ہے۔

برطانوی ادیب اور شاعر ولیم شیکسپیئر کے بغیر انگریزی ادب کی تاریخ ادھوری ہے۔ اس زمانے میں جب تھیٹر ہی تفریح کا اکلوتا اور مقبول ترین ذریعہ تھا، شیکسپیئر نے اپنے ڈراموں کی بدولت لازوال شہرت پائیاوتھیلو شیکسپیئر کا وہ مشہور کھیل ہے جس میں ایک باوفا اور نہایت محبّت کرنے والی بیوی کا کردار بھی دکھایا گیا ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس ڈرامے کو ضبطِ تحریر میں آئے 60 سال بیت چکے تھے، جب پہلی مرتبہ اس ڈرامے میں بیوی کا کردار ایک خاتون نے نبھایا۔1660 میں شیکسپیئر کے ڈراموں کے شائقین نے پہلی مرتبہ کسی عورت کو اسٹیج پر اداکاری کرتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اس زمانے میں غالباً برطانیہ میں فن کار اور عوام بھی اداکاری بالخصوص اسٹیج پرفارمنس کے لیے خواتین کو موزوں خیال نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جن کے نزدیک سماج میں عورتوں کا اسٹیج پر اداکاری کرنا معیوب تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ برطانیہ میں خواتین کو اس فن سے وابستہ ہونے کی اجازت نہ تھی بلکہ دیگر ممالک میں عورتیں اداکاری اور رقص و موسیقی سے وابستہ تھیں اور شہرت رکھتی تھیں، لیکن وہاں بہتر سمجھا جاتا تھا کہ مرد ہی ہر ڈرامے میں عورت کا کردار نبھائیں۔ تاہم اس وقت برطانوی خواتین فن کاروں کے ملبوسات کی تیّاری، ان کے لیے بہروپ سازی کا سامان، ٹکٹ اور کھانے پینے کی اشیا بیچنے کا کام کرتی تھیں۔

شیکسپیئر کے ڈرامے اوتھیلو کو عالمی ادب میں انسانی طبیعت، معاشرتی تعصب، حسد اور جھوٹ کی تباہ کاریاں کی عکاسی کرنے والی المیہ تصنیف کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جسے اردو میں بھی مختلف نقاد اور ادب شناس بطور شاہکار قبول کرتے ہیں۔ Ben Jonson شیکسپیئر کے بارے میں کہتا ہے:

"Soul of the age, the applause, delight, the wonder of oyr
stage .....and that. He was not of an age for all time."(1)

ولیم شیکسپیئر کے ڈرامہ اوتھیلو میں مغربی معاشرت، عیسائی عقائد، وینس کی سیاسی فضا اور نسلی امتیاز کی جھلک نمایاں ہے، جنہیں اردو میں منتقل کرنا ایک پیچیدہ ادبی عمل تھا۔ عنایت اللہ دہلوی نے اپنے ترجمے میں لفظی مطابقت کے بجائے مفہومی اور تہذیبی ہم آہنگی کو ترجیح دی، چنانچہ انہوں نے نسلی تعصب، غیرت، ازدواجی وفاداری اور سماجی اقدار جیسے موضوعات کو اردو

قاری کے مانوس اسلوب میں پیش کیا۔ مغربی مذہبی اشارات کو سادہ اخلاقی مفاہیم میں ڈھال کر انہوں نے متن کو قابلِ فہم بنایا، تاہم اس عمل میں اصل یورپی تہذیبی فضا کی بعض باریکیاں مدھم ہو گئیں۔ ڈیسڈیمونا کے کردار میں مغربی نسوانی خود مختاری کی شدت کے بجائے مشرقی وفاداری اور معصومیت کو زیادہ ابھارا گیا، جس سے ترجمہ اردو معاشرتی اقدار سے قریب تر ہو گیا۔ یوں دہلوی کا ترجمہ ثقافتی ترسیل کی ایک معتدل مثال ہے، جہاں اصل متن کی روح کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، مگر اسے اردو تہذیبی سانچے میں ڈھال کر پیش کیا گیا۔

اردو میں ترجمہ نگاری پر عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کا اثر رہا ہے وقت کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمے کا کام باقاعدہ اور منظم انداز میں ہونے لگا مختلف اور اہل علم نے اس میدان میں اہم خدمات سرانجام دی- اردو میں ترجمہ نگاری کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج کے تحت ہوا تراجم کے نتیجے میں انگریزی عربی فارسی کی کتابیں اردو زبان میں منتقل ہوئی اور یوں اردو زبان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

مرزاحامد بیگ رقمطراز ہے:

> ”کسی تحریر تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کسی متن کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے اس کی تعبیر کرتا ہے یعنی ترجمے کا عمل ایک علمی یا ادبی پیکر کو دوسرے پیکر میں ڈالنے کا عمل ہے۔“(2)
>
> ”ترجمہ، ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔“(۳)

مشرق اور مغرب، ہر دو اطراف میں ایک زبان سے دوسری زبانوں میں ترجمے کی روایت بہت قدیم ہے۔ مشرق میں تراجم کی تاریخ کو کھنگالا جائے تو آج سے ٹھیک چودہ سو چونیتس برس پہلے ساسانی دور کے ایران میں سنسکرت کی کتاب ہتوپدیش کے ایک حصے ”بلاتنر“ کا ترجمہ بزرجمہر اور حکیم بروزیہ کی کوششوں سے (۵۵۰) پہلوی زبان میں کلیلک دومنگ کے نام سے ہوا۔

ڈاکٹر وزیر آغا:

> ”مغربی ادب کے ترجمے میں سب سے بڑا مسئلہ تہذیبی فاصلہ ہے۔ مترجم اگر اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش کرے تو بعض اوقات اصل متن کی انفرادیت مجروح ہو جاتی ہے۔“(۴)

جہاں مختلف قسم کی انگریزی کتب کے تراجم ہوئے وہاں شیکسپیئر کہ انگریزی ڈراموں کے بھی تراجم کیے گئے جس میں ایک ڈرامہ "او تھیلو" جس کا ترجمہ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے کیا۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی اردو کے نامور مترجم تھے انہیں زبان و ادب سے خاص دلچسپی تھی انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ علمی ادبی کاموں میں گزارا وہ قانون دان اور استاد بھی تھے عنایت اللہ دہلوی ترجمے کے فن سے بخوبی واقف تھے ان کا ماننا تھا کہ ترجمہ صرف لفظوں کا بدل نہیں بلکہ ایک زبان کی ثقافتی اور فکری پس منظر کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ہے وہ کہتے تھے کہ ترجمے کو اصل زبان (Source Language) کے ماحول، تاریخ اور تہذیب کو سمجھنا چاہیے تاکہ ترجمہ بامعنی اور موثر ہو۔

محمد حسن عسکری لکھتے ہیں:

"ترجمہ محض لفظوں کی تبدیلی نہیں بلکہ تہذیبوں کے مابین ایک مکالمہ ہے، اور اس میں دیانت بنیادی شرط ہے۔"(5)

عنایت اللہ دہلوی کو اردو کا بہترین مترجم تسلیم کیا جاتا ہے مولانا عنایت اللہ دہلوی نے بہت سی کتب کے تراجم کیے جن میں انطوانی اور کلابطرہ، سلامبو، ہرودیاس، اوتھیلو، نجم والسحر، داستان جہنم وغیرہ شامل ہیں ان کے تراجم میں روانی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے مولانا عنایت اللہ دہلوی کا تعلق اس دور سے ہے جب اردو میں ترجمہ نگاری کی کوئی باقاعدہ اور منظم روایت موجود نہیں تھی۔ وہ ریاست حیدرآباد دکن کے مشہور ترجمہ کرنے والے ادارے دارالترجمہ سے وابستہ ایک نمایاں شخصیت تھے۔ جس کی داد خود سر سید احمد خان نے کی سر سید احمد خان نے جب ان کا ترجمہ دیکھا تو ان کے والد ذکا اللہ دہلوی سے مزاحاً کہا کہ:

"میاں تم اپنے لڑکے سے ترجمہ کرنا سیکھو۔"(6)

دور سر سید ہی میں انگریزی سے اردو تراجم کی بہت سی انفرادی کوششیں بھی ہوئیں ان کتب کی تعداد تیس کے قریب ہے بحیثیت مجموعی اس دور میں جو انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے ربع اول پر مشتمل ہے جس قدر کتب کے ترجمے چھپے ان کی تعداد اس وقت تک چھپنے والی کتب سے کہیں زیادہ تھی - مولانا عنایت اللہ دہلوی نے شیکسپیئر کے ڈرامہ اوتھیلو کا ترجمہ بہت منفرد انداز میں کیا- شیکسپیئر نے 37 سے زائد شہر افاق ڈرامے تحریر کیے جنہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے طربیہ (comedy)، تاریخی (Historical)، اور المیہ (Tragedy) ڈرامے شامل ہیں۔

"اوتھیلو" ان کے عظیم المیہ ڈراموں میں شمار ہوتا ہے جو غالباً 1603 میں لکھا گیا اس ڈرامے میں کرداروں کو واضح بیان کیا گیا ہے ترجمے میں اخلاقی اور اصلاحی رنگ بھی جھلکتا ہے۔ حسد، بدگمانی اور خیانت جیسے موضوعات کو بیان کرتے ہوئے مترجم کا لہجہ بعض اوقات نصیحت آمیز ہو جاتا ہے، جو ان کے دینی پس منظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یوں ڈرامے کی المیہ فضا کے ساتھ ساتھ

ایک اخلاقی پیغام بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی کے ترجمے میں —زبان، مکالمے اور سماجی اقدار کو ادبیت کے ساتھ محفوظ رکھا گیا ہے۔

''اوتھیلو'' وینس کی فوج کا ایک سیاہ فام بہادر سردار ''ڈیسڈیمونا'' ایک خوبصورت امراءزادی جو اوتھیلو سے محبت کرتی ہے اور اس سے شادی کر لیتی ہے ''ایاگو'' اوتھیلو کا بھروسے مند لیکن حاسد اور مکار نوکر ''کیسیو'' اوتھیلو کا وفادار سپاہی، یہ ڈرامہ محبت حسد دھوکہ اور انتقام کی داستان ہے اوتھیلو وینس کی امیر زادی ڈیسڈیمونا سے خفیہ شادی کر لیتا ہے اوتھیلو کا حاسد سپاہی ایاگو کی شادی سے بے حد جلنے لگتا ہے اور اوتھیلو کے ذہن میں ڈیسیمونا کی وفاداری کے بارے میں شک کے بیج بونا شروع کر دیتا ہے اور اوتھیلو کو یقین دلاتا ہے کہ ڈیسڈیمونا کا اس کے وفادار لیفٹیننٹ کیسیو کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے سماجی حیثیت واضح کرنے کے لیے ملاح قاصد نقیب اور افسر جیسے واضح الفاظ استعمال کیے شرفہ اور سازندے جیسے الفاظ ڈرامے کے ماحول کو مقامی رنگ دینے کے لیے استعمال کیے ہیں اس کے علاوہ خدمت گار کا لفظ گھریلو اور دربار ملازمین کے لیے بطور اصطلاح استعمال کیے ہیں مولانا عنایت اللہ دہلوی نے ان کرداروں کو محض ترجمے کے طور پر نہیں بلکہ ان کی خصوصیات کے ساتھ پیش کیا جیسے وفادار سپاہی اور ایک نظم و ضبط والا حکمران دکھایا گیا ہے جبکہ بیانکا کہانی کو موڑنے والا کردار ہے یہ ایک معمولی کردار ہے لیکن اس کا تعلق کیسیو سے دکھایا گیا ہے ایاگو کی سازشوں میں انجانے طور پر استعمال ہوتا ہے روڈریگو ڈرامے کا وہ کردار ہے جسے ایاوگو سب سے زیادہ بے وقوف بناتا ہے۔ ایاوگو اسے یقین دلاتا ہے کہ وہ اپنی چالوں سے ڈیسڈیمونا کو اوتھیلو سے چھڑا کر روڈریگو کے حوالے کر دے گا۔ اس جھوٹی امید کے بدلے روڈریگو اپنی تمام دولت اور جواہرات ایاوگو کو دیتا رہتا ہے۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے اسے ''وینس کا ایک شریف'' (یعنی ایک معزز شہری یاGentleman) لکھا ہے، لیکن عملی طور پر وہ ایک کمزور ارادے والا اور سادہ لوح عاشق ثابت ہوتا ہے جو اپنی دولت اور زندگی، دونوں ایاوگو کی سازشوں کی نذر کر دیتا ہے۔ روڈریگو کا انجام انتہائی افسوسناک ہے۔ جب ایاوگو کو لگتا ہے کہ روڈریگو اب اس کے لیے خطرہ بن سکتا ہے یا اس سے مزید پیسے نہیں ملیں گے، تو وہ بڑی بے رحمی سے خود اسے قتل کر دیتا ہے تاکہ اس کے راز فاش نہ ہوں۔

مولانا عنایت اللہ دہلوی نے اس ترجمے میں ''ٹکسالی'' اور ''مستند'' دہلوی اردو کا استعمال کیا ہے ''ثقیل'' اور ادبی ذخیرہ الفاظ میں مولوی عنایت اللہ دہلوی نے ''مداخلتِ بیجا''، ''عالی جاہ''، ''مصلحت'' اور ''جراتِ'' رندانہ جیسے ہی الفاظ کی تراکیب استعمال کی ہیں۔ جو متن کو وقار عطا کرتی ہیں گفتگو میں محاوروں کا استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ محض خشک ترجمہ نہیں ہے بلکہ

ایک زندہ ڈرامے کی شکل دیتا ہے منظر نگاری براہ راست کی گئی ہے متن میں "پہلا منظر"، "وینس ایک کی گلی" اور "برابانٹیو بالا خانے کی کھڑکی میں نمودار ہوتا ہے" جس سے سٹیج کی صورتحال واضح ہوتی ہے۔

مولانا عنایت اللہ دہلوی نے اس احساساتی منظر کشی سے کرداروں کے مکالموں کے ذریعے رات کے سناٹے اور اچانک پیدا ہونے والی افراتفری مثلاً (برابانٹیو کو جگانے کا منظر) کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ کاری خود کو اس ماحول کا حصہ محسوس کرتا ہے۔

مترجم نے مغربی تہذیبی فضا کو اردو معاشرت کے قریب لانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں بعض ثقافتی حوالہ جات کی اصل معنویت مدھم ہو گئی۔ یوں ترجمہ اردو قاری کے لیے مانوس تو ہو گیا، مگر اصل یورپی پس منظر کی مکمل جھلک برقرار نہ رہ سکی۔

:عنایت اللہ دہلوی کے ترجمے میں استعارات کا آزاد استعمال ایک نمایاں پہلو ہے۔ شیکسپیئر کے اصل متن میں استعمال ہونے والے استعارے اکثر مغربی تہذیب، عیسائی اخلاقیات اور یورپی ثقافتی فضا سے جڑے ہوتے ہیں، جیسے "Green-Eyed Monster" حسد کے لیے۔ دہلوی نے ایسے استعاروں کو لفظی ترجمے کی بجائے اردو قاری کے لیے قابلِ فہم اور ادبی انداز میں پیش کیا، جیسے اسے "عفریت" یا "شیطانی جذبہ" کے طور پر بیان کیا۔ اس طریقے سے مفہوم تو واضح ہو جاتا ہے اور اردو قاری آسانی سے جذبہ سمجھ پاتا ہے، لیکن اصل استعارتی پیچیدگی اور ثقافتی جھلک قدرے مدھم ہو جاتی ہے۔ یوں آزاد استعمال قاری کے لیے سمجھنے میں سہولت پیدا کرتا ہے، مگر بعض مواقع پر شیکسپیئر کے مخصوص ادبی اثر کو مکمل طور پر منتقل نہیں کرتا۔

شیکسپیئر کا کمال اس کی تشبیہات میں ہے اور مولانا عنایت اللہ نے انہیں اردو کے رنگ میں پیش کیا ہے "سبز آنکھوں والا عفریت(Green-eyed monster)" شیکسپیئر نے "حسد" کو ایک سبز آنکھوں والے عفریت سے تشبیہ دی تھی۔ اردو ترجمے میں اسے "حسد کا دیو" یا "سبز چشم بلا" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اوتھیلو کے لیے استعارے کو استعمال کرتے ہوئے اسے اکثر "سیاہ بخت" یا "تندخو مراکشی" کہا گیا ہے۔

ڈیسڈیمونا کے لیے مولانا عنایت اللہ نے اسے اس کی معصومیت کی وجہ سے "سفید کنول"، "ماہِ تمام" یا "پیکرِ عصمت" سے تشبیہ دی ہے۔

ایگو (Iago) کو اس کے مکر کی وجہ سے فریبی یا "آستین کا سانپ" جیسے استعاروں سے واضح کیا گیا ہے۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے نفسیاتی پہلو کو اجاگر کیا ہے "ایاگو" کی عیاری کے ذریعے ایاگو کے مکالموں میں "کاٹ" اور "منافقت" صاف نظر اتی ہے۔ وہ اپنے اقا کی برائی کرتے ہوئے جس قسم کی زبان کا استعمال کرتا ہے اس کے اندرونی کینے کی عکاسی ہوتی ہے۔

"خدا شاہد ہے کہ میں آقا کی خدمت یا وفاداری کے خیال سے دل میں مطیع نہیں ہوں۔"

یہ لائن ایگو کے دوغلے پن اور اس کے اصل ارادوں کو واضح کرتی ہے ایگو جب اوتھیلو کے ذہن میں شک کا بیج بوتا ہے، تو وہ اسے حسد سے ڈراتے ہوئے کہتا ہے:

"O, beware, my lord, of jealousy; it is the green-eyed monster which doth mock the meat it feeds on."(7)

مطلب: اے میرے آقا، حسد سے بچو؛ یہ وہ سبز آنکھوں والا مہیب جانور ہے جو اسی کا شکار کرتا ہے جو اسے پالتا ہے۔

"میں وہ نہیں ہوں جو جیسا کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں۔"

یہ شیکسپیئر کے مشہور جملے:

"I am not what I am"

کا نہایت بلیغ ترجمہ ہے جو اس کے کرداروں کی پر سراریت کو بیان کرتا ہے مولانا عنایت اللہ دہلوی نے بہت جاندار الفاظ کا چناؤ کیا ہے۔

"پرانے طریقے اب کہاں کہ جس میں ملازمت کا اظہار کیا جاتا تھا" ایگو نے یہ الفاظ دوسرے کرداروں یا نظام پر تنقید کے طور پر استعمال کیے۔ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے ڈرامے کی منظر نگاری کچھ اس انداز میں کی جب برابنٹیو کو جگایا جاتا ہے تو زبان میں تیزی اور سنسنی پیدا کرنے کے لیے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

"جاگو ! برابنٹیو ! جاگو ! چور ! چور ! گھر سے خبردار ہوا۔"(8)

"اپنی بیٹی اور پیسوں کی تھیلیوں سے ہوشیار ہو جاؤ!" یہ مختصر جملے ڈرامے میں ہنگامی صورتحال پیدا کرتے ہیں مولانا عنایت اللہ دہلوی نے اس کے ترجمے میں کرداروں کی پہچان کے لیے خصوصی اصطلاحات استعمال کی ہیں جیسا کہ "افراد تمثیل" کرداروں کی فہرست کے لیے استعمال ہوا ہے۔

"وینس کا ڈیوک" اور "بربانٹیو: رکنِ مجلس" یہ القابات ان کی سماجی حیثیت کو واضح کرتے ہیں اس کے علاوہ مولانا عنایت اللہ دہلوی نے اوتھیلو ڈرامے میں "القاباتِ تعظیم"(Honorifics) کے عناصر کا جائزہ لیا یہ وہ لسانی عناصر ہیں جو احترام ،عقیدت اور شائستگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کا تعلق زیادہ تر سماجی مرتبے اور سماجی درجہ بندی سے ہوتا ہے مولانا عنایت اللہ دہلوی نے شیکسپیئر کے ڈرامے "اوتھیلو" کے آخری لمحات کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں مولانا کا لہجہ ، منظر نگاری اور کردار سازی نہایت گہری اور اثر انگیز ہے۔

اختتامی منظر میں مولانا نے حزنیہ اور عبرت ناک لہجہ اختیار کیا ہے۔ اوتھیلو کے آخری الفاظ میں ندامت، ٹوٹے ہوئے دل کی پکار اور اپنی محبت کے کھو جانے کا شدید دکھ دیکھائی دیتا ہے۔ یہ لہجہ قاری کے دل میں ہمدردی اور افسوس کی ایک لہر دوڑا دیتا ہے۔

مولانا نے الفاظ کے ذریعے ایک ہولناک اور افسوسناک منظر پیش کیا ہے۔

خونی منظر، بستر پر پڑی لاشیں اور ان کے گرد موجود کرداروں کی بے بسی کو "بصارت زہر کھاتی ہے" جیسے جملوں سے بیان کیا گیا ہے۔ اوتھیلو کی حالت کو عربستان کے ان درختوں سے تشبیہ دی گئی ہے جن سے مسلسل گوند (آنسو) ٹپکتا رہتا ہے، جو منظر میں اداسی کا رنگ بھر دیتا ہے۔ اوتھیلو کا خود کو خنجر مار کر اپنی محبوبہ کے بستر پر گر کر مر جانا، ایک مکمل بصری (Visual) المیہ تخلیق کرتا ہے۔

اوتھیلو ایک ایسے شخص کے طور پر دکھایا گیا ہے جو "عقل سے نہیں بلکہ عشق سے اندھا" ہو گیا تھا۔ وہ اپنی غلطی مان کر خود کو سزا دیتا ہے، جو اس کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرتی ہے۔

اوتھیلو اپنی بیوی ڈیزڈیمونا (Desdemona) کو قتل کرنے سے عین قبل ایک خود کلامی (Soliloquy) کر رہا ہے۔ مولانا نے اس ترجمے میں جذباتی شدت اور فصاحت بر قرار رکھنے کے لیے چند بہت اہم اور علامتی الفاظ و تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ

"اصل سبب، اصلی وجہ "کا تکرار کیا گیا ہے۔ یہ شیکسپیئر کے مشہور جملے " It is the cause, it is the cause, my soul" کا ترجمہ ہے۔ یہاں "سبب" سے مراد وہ مبینہ بے وفائی ہے جس کا الزام اوتھیلو نے اپنی بیوی پر لگایا ہے۔ ستاروں کے لیے "پاک اور نورانی" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اوتھیلو اپنے اس بھیانک اقدام کو ایک "مقدس فریضہ" یا انصاف سمجھ کر کر رہا ہے، نہ کہ محض غصہ۔

ایگو کو "شیطان" اور "بد معاش" کے القابات سے یاد کیا گیا ہے، جس کی سزا کے لیے "سخت سے سخت اذیت" کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

کاسیو ایک نظم و ضبط والے حکمران کے طور پر پیش کیا گیا ہے جسے جزیرے کا انتظام سونپا جاتا ہے۔

"بصارت زہر کھاتی ہے": یہ ترکیب اس ہولناک منظر کی شدت کو بیان کرتی ہے جسے دیکھنا آنکھوں کے لیے تکلیف دہ ہے۔

"گوہِ نایاب" او تھیلو اپنی بیوی (ڈیسڈیمونا) کو ایک ایسا قیمتی موتی قرار دیتا ہے جسے اس نے نادانی میں پھینک دیا۔

"خونی انجام" جیسے لفظ کو پورے ڈرامے کے مجموعی تاثر کو سمیٹنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

"مفسد اور نابکار" سازشی کرداروں کی مذمت کے لیے استعمال ہونے والے سخت الفاظ ہیں۔

مولانا عنایت اللہ دہلوی نے "ترجمہ برائے ترجمہ" کے فارمولے پر عمل نہیں کیا بلکہ ایک عظیم مقصد کو لے کر اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے عنایت اللہ دہلوی کے تراجم مکمل طور پر ادبی با محاورہ اور لطیف ہیں تراجم میں نصف سینچری کرنے والے اس عظیم مترجم نے اپنے اسلوب کو ہر اعتبار سے عام فہم رکھا عنایت اللہ دہلوی نے شیکسپیئر کو ترجمہ کرتے وقت لفظی ترجمہ کی بجائے مکمل اور جامع ترجمہ سے اس طرح سے کام لیا ہے کہ آج ان کی کتب اردو خواں طبقے کے لیے بنیادی ماخذ کا کام کر رہی ہیں۔ ڈرامائی فضا کی تشکیل کے اعتبار سے یہ ترجمہ قابلِ توجہ ہے۔ جذباتی مناظر میں الفاظ کا انتخاب ایسا ہے جو المیہ کیفیت کو گہرا کر دیتا ہے۔ او تھیلو کی ذہنی کشمکش اور انجام کی ہولناکی کو مترجم نے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں پیش کیا ہے، جس سے متن میں وقار اور تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

مولانا عنایت اللہ دہلوی کے اردو ترجمے میں او تھیلو کی جذبات نگاری کلاسیکی اور مرصع اسلوب کے ذریعے نمایاں ہے۔ انہوں نے او تھیلو کی محبت، غیرت اور حسد کو پُر تاثیر جملوں کے ذریعے بیان کیا ہے، جس سے اس کی اندرونی کشمکش اور جذباتی بحران واضح ہوتا ہے۔ یاگو کی مکاری اور حسد کی شدت اردو میں طنز اور چالاکی کے ساتھ منتقل کی گئی ہے، جس سے اس کا منفی کردار مزید واضح ہوتا ہے۔ ڈیسڈیمونا کے وفاداری، معصومیت اور درد کے جذبات نرم اور جذباتی زبان میں پیش کیے گئے ہیں، جس سے اس کی مظلومیت اور انسانی ہمدردی قاری کے سامنے ابھرتی ہے۔ مجموعی طور پر دہلوی نے کرداروں کے نفسیاتی اور جذباتی پہلوؤں کو اردو کلاسیکی اسلوب میں محفوظ رکھتے ہوئے ڈرامے کی المیہ اور جذباتی شدت کو مزید مؤثر بنایا ہے۔

مولانا عنایت اللہ دہلوی کی مکالمہ نگاری کلاسیکی، خطیبانہ اور فارسی آمیز اسلوب کی حامل ہے۔ انہوں نے اصل مصنف William Shakespeare کے مکالمات کی جذباتی شدت اور ڈرامائی فضا کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، تاہم اردو ترجمے

میں زبان زیادہ مرصع اور پُر تکلف ہو گئی ہے۔ اوتھیلو اور یاگو کے درمیان مکالمات میں سنجیدگی اور وقار نمایاں ہے، جب کہ یاگو کی گفتگو میں طنز اور عیاری کا رنگ ابھرتا ہے۔ ڈیسڈیمونا کے مکالمات نرم، شائستہ اور جذباتی انداز میں ڈھالے گئے ہیں، جس سے اس کی معصومیت نمایاں ہوتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ William Shakespeare, Othello, Lahore: New Kitab Markaz, 2015, P.5

2۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو ترجمہ کی روایت (1786ء۔۔۔ تا حال)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2013ء، ص68

3۔ ایضاً، ص68

4۔ آغا، وزیر، تنقید اور جدید اردو تنقید، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 1985ء، ص178

5۔ عسکری، محمد حسن، انسان اور آدمی، لاہور: مکتبہ جدید، 1980ء، ص95

6۔ William Shakespeare, Othello, Act I–IV (Arden Edition / Standard Text

7۔ سی ایف اینڈریوز، مولوی ذکاالله دہلوی، مترجم: ضیاء الدین احمد برنی، کراچی: مشہور پریس، س ن، ص

8۔ مولانا عنایت الله دہلوی بی اے، اوتھیلو، دہلی: ساقی بک ڈپو، س ن، ص60

References:

1. Shakespeare, William. Othello. Lahore: New Kitab Markaz, 2015, p. 5.
2. Beg, Mirza Hamid, Dr. Urdu Tarjuma ki Riwayat (1786…ta Haal). Islamabad: Muqtadara Qaumi Zaban, 2013, p. 68.
3. Ibid., p. 68.
4. Agha, Wazir. Taqeed aur Jadeed Urdu Tanqeed. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1985, p. 178.
5. Askari, Muhammad Hasan. Insaan aur Aadmi. Lahore: Maktaba Jadeed, 1980, p. 95.
6. Shakespeare, William. Othello, Act I–IV. Arden Edition / Standard Text.
7. Andrews, C.F., Molvi Zakaullah Dehlvi, Translator: Zia-ud-Din Ahmed Barni. Karachi: Mashhoor Press, n.d., p. __.
8. Maulana Inayatullah Dehlvi, B.A. Othello. Delhi: Saqi Book Depot, n.d., p. 60